# استحکام خودی اور اس کا ہشت گانہ دستور العمل☆

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

اقبال نے اپنا پیغام، جو استحکام خودی سے عبارت ہے، اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی میں مجملاً پیش کر دیا ہے۔ یہ کتابیں ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھیں۔ اس کے بعد وہ تا دم وفات، اسی پیغام استحکام خودی کی توضیح وتشریح کرتے رہے جو اُنھوں نے ان دو بنیادی کتابوں میں پیش کیا تھا۔

اسرارِ خودی میں انفرادی خودی اور رموزِ بیخودی میں اجتماعی خودی کی تربیت کا پروگرام پیش کیا گیا ہے۔

رموزِ بیخودی کے خاتمے پر اُنھوں نے ''عرض حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین'' کے ذیل میں آنحضرت ﷺ کو یوں مخاطب کیا ہے:

گر دلم آئینۂ بے جوہر است　　ور بحرفم غیر قرآن مضمر است
پردۂ ناموس فکرم چاک کن　　ایں خیاباں راز خارم پاک کن
روز محشر خوار و رسوا کن مرا　　بے نصیب از بوسۂ پاکن مرا

نیز زبورِ عجم میں اپنے پیغام کی بنیاد کی وضاحت بایں الفاظ کی ہے:

گوہر دریائے قرآں سفتہ ام　　شرح رمز صبغۃ اللہ گفتہ ام
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام　　تا درخشی مثل تیغ بے نیام

اقبال نے اپنی ہر کتاب میں اس قسم کے اشعار لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے کلام اور پیغام دونوں کا ماخذ اور منبع قرآن ہے جس کے بارے میں اُنھوں نے بڑے تحکمانہ انداز میں یہ کہا ہے کہ:

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است　　ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

☆ جناب یوسف سلیم چشتی نے اقبال اکادمی کے زیر اہتمام ۲۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو ایک خصوصی لیکچر دیا تھا۔ یہ مضمون اس لیکچر کے اہم اقتباسات پر مشتمل ہے۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود جاں چو دیگر شد، جہاں دیگر شود

نوع انسان را پیام آخریں

حامل او، رحمۃ للعالمین

اس حقیقت کو، کہ اُن کے پیغام کا ماخذ، قرآن ہے، ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ جو شخص بھی اقبال کو قرآنی عینک کے بغیر پڑھے گا وہ حقیقی اقبال سے کبھی آشنا نہ ہو سکے گا۔ چونکہ مسلمانوں نے اقبال کو ترجمان القرآن کے بجائے محض ایک شاعر یا قومی شاعر یا فلسفی شاعر سمجھا اس لیے اُنھوں نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے بارگاہ رسالت میں یوں عرض کیا تھا:

ازاں رمزے کہ گفتم پے نہ بردند ز شاخ نخل خرما بر نخوردند

من اے میر امم داد از تو خواہم مرا یاراں غزلخوانے شمردند

کتنی عجیب بات ہے کہ ۱۹۱۳ء میں بھی انھیں اپنی قوم سے یہی شکایت تھی۔ چنانچہ اسرار کے دیباچہ میں کہتے ہیں:

آشنائے من ز من بیگانہ رفت از خمستانم تہی پیمانہ رفت

من شکوہ خسروی او را دہم تخت کسریٰ زیر پائے اور نہم

او حدیث دلبری خواہد زمن آب و رنگ شاعری خواہد زمن

۱۹۲۲ء میں اُنھوں نے پیامِ مشرق کے دیباچہ میں اپنا موازنہ گوئٹے سے کیا ہے:

او چمن زادے چمن پروردۂ من دمیدم از زمین مردۂ

اس ایک مصرع میں اُنھوں نے اپنے کرب باطنی اور احساس ناکامی کی مکمل داستان قلمبند کر دی ہے۔

بہر حال میرا مقصد اس تلخ حقیقت کے اظہار سے صرف یہ ہے کہ اقبال نے قوم کے سامنے استحکام خودی کا ایک دستور العمل پیش کیا تھا جسے قوم نے نہ اُن کی زندگی میں درخور اعتنا سمجھا اور نہ وفات کے بعد اس کی طرف توجہ کی۔ اسی لیے اُنھوں نے وفات سے ایک ماہ پہلے اپنے جذبات کا اظہار بایں الفاظ کیا:

چو رخت خویش بر بستم ازیں خاک ہمہ گفتند با ما آشنا بود

ولیکن کسی ندانست ایں مسافر چہ گفت و با کہ گفت و از کجا بود

یعنی کسی نے نہ جانا کہ:

۱- میں نے کیا پیغام دیا ۲- کس کو پیغام دیا ۳- میرے پیغام کا ماخذ کیا تھا۔

اقبال یہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی خودی کو مستحکم کر کے محض حکمرانی اور جہاں بانی پر اکتفا نہ کریں بلکہ نیابت وخلافت الٰہیہ کے مقام پر بھی فائز ہو جائیں جس کا وعدہ اللہ نے اُن سے بایں الفاظ کیا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ۔ (۲۴:۵۵)

میں نے ایک مرتبہ اقبال سے پوچھا کہ آپ کے اس بنیادی پیغام (استحکام خودی) کی قرآنی بنیاد کیا ہے؟ تو اُنھوں نے فوراً جواب دیا ''کیا تم نے سورۂ مائدہ میں یہ آیت نہیں پڑھی؟ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ لَا یَضُرُّكُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَیۡتُمۡ (۵:۱۰۵)

دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ قرآن کی رُو سے مومن کی شناخت یہ ہے کہ وہ اللہ محبت میں اشد ہوتا ہے۔

والذین آمنوا اشد حباً للّٰہ۔

تیسری بات: قرآن کی رُو سے اللہ سے محبت کا طریقہ اتباع رسول ہے۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ۔

چوتھی بات: قرآن کی رُو سے اتباع رسول کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ (اُس) متبع رسول سے محبت کرنے لگتا ہے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ دراصل مومن وہ ہے جو اللہ کو اپنا محبوب بناتا ہے۔ مومنانہ زندگی کی روح محبت الٰہی ہے۔ اسی لیے اقبال نے یہ چونکا دینے والی بات کہی:

طبع مسلم از محبت قاہر است مسلم ار عاشق نباشد، کافر است

میری رائے میں، موجودہ زمانے میں مذکورہ بالا حقیقت کو واضح کرنا، سب سے بڑی دینی اور قومی خدمت ہے۔

اقبال کے پیغام کی قرآنی بنیادوں کو واضح کر دینے کے بعد، اب میں انھی کے الفاظ میں استحکام خودی کا دستور العمل پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

عاشقی؟ محکم شو از تقلید یار تا کمند تو کند یزداں شکار
اندکے اندر حرائے دل نشیں ترک خود کن، سوئے حق ہجرت گزیں
محکم از حق شو، سوئے خود گام زن لات و عزائے ہوس را سر شکن
لشکرے پیدا کن از سلطان عشق جلوہ گر شو بر سر فارانِ عشق
تا خدائے کعبہ بنوازد ترا

ثمرہ:

شرح انی جاعلٌ سازد ترا

اس پروگرام کا پہلا شعر بطور تمہید ہے اور قرآن کی مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ ہے۔ان کنتم تحبون الله، فاتبعونی یحببکم الله۔اس آیت میں تین واضح جملے ہیں: آنحضرتﷺ فرماتے ہیں کہ:

۱- اگر تم اللہ سے محبت کی آرزومند ہو

۲- تو میری (ذات رسالت) اتباع یعنی تقلید کرو

۳- ثمرہ اس تقلید کا یہ ہوگا کہ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا

اب اس شعر کو ملاحظہ کیجیے۔اس میں بھی تین باتیں یا تین جملے ہیں:

۱- کیا تو عاشق ہے؟ اگر ہے

۲- تو اپنی خود کو اتباع رسول یا تقلید یار کی بدولت مستحکم یا محکم کر لے

۳- ثمرہ اس استحکام خودی کا یہ ہوگا کہ تو خود یزداں کو اپنی کمند محبت میں گرفتار کر لے گا یعنی یزداں تجھ سے محبت کرنے لگے گا۔

آئندہ تین شعروں میں ''تقلید یار'' کو بالتفصیل بیان کیا ہے اور اس تفصیل ہی میں استحکام خودی کا طریق ہشت گانہ (The eightfold Programme of Self-fortification) مندرج ہے۔

آخری شعر میں استحکام خودی کے اقتضا پر عمل کا منطقی نتیجہ واضح کر دیا ہے یعنی یہ کہ مقلد رسول خلافت الٰہیہ کے مقام پر فائز ہو جائے گا۔

اب میں ان تین اشعار کی شرح کیے دیتا ہوں جن میں استحکام خودی کا طریق ہشت گانہ بیان کیا گیا ہے۔استحکام خودی کی

پہلی منزل: اندر کے اندر حرائے دل نشیں

جس طرح آنحضرتﷺ نے کچھ عرصہ غار حرا میں خلوت اختیار کی تھی تو بھی اسی طرح خلوت اختیار کر اور اس کے لیے تو اپنے ''دل'' کو غار حرا بنا لے تاکہ تجھے اس طویل سفر کی زحمت لاحق نہ ہو اور اس خلوت میں وہی کام کر جو آنحضرتﷺ نے کیا تھا۔اگر تجھے یہ بات معلوم نہ ہو تو کسی واقف کار یار درویش بے گلیم سے پوچھ لے۔

حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

دوسری منزل: ''ترک خود کن'' اپنی خودی کو ترک کر دے۔

یہاں اقبال وہی تعلیم دے رہے ہیں جو ''پاکان امت'' ابتدا سے دیتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ خود اپنی آخری تصنیف ارمغان حجاز میں آخری بات یہی کہتے ہیں: غور سے سنیے

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم    حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکان امت    ترا باشوخیِ رندانہ گفتم

پاکان امت نے ترک خودی سے ترک خواہشات نفس مراد لی ہے نہ کہ نفیِ خود یا نفیِ ذات جیسا کہ بعض لوگ اپنی نادانی کی بنا پر سمجھتے ہیں اور ان کے بارے میں سوءِ ظن سے کام لیتے ہیں۔

قصہ کوتاہ اقبال بھی ترک خودی سے ترک خواہشات نفس مراد لیتے ہیں۔

تیسری منزل: سوئے حق ہجرت گزیں یعنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے بجائے حق کے احکام کی پیروی کرو۔ جب تک ترک خودی کی منزل طے نہیں ہوگی، ہجرت الی الحق محال ہے۔

چوتھی منزل: محکم از حق شو یعنی اطاعت احکام ایزدی سے اپنی خودی کو مستحکم کرلو۔

پانچویں منزل: ''سوئے خود گام زن'' اب اپنی خودی کی طرف واپس آ جاؤ یعنی اب تمھاری خودی وہ شیطانی خودی نہیں ہے جو تمہیں برائی کی طرف آمادہ کیا کرتی تھی جس پر اِن النفس لا مارة بالسوء شاہد ہے۔ بلکہ اب تمھاری خودی اطاعت احکام الٰہی سے مسلمان ہو چکی ہے۔ اس لیے اب اس کے احکام پر عمل کر سکتے ہو۔

چھٹی منزل: لات و عزائے ہوس را سر شکن

چنانچہ اب تمھاری خودی جو محکم از حق ہونے سے پہلے تمہیں لات و عزائے ہوس کی عبادت کی تعلیم دیا کرتی تھی، اپنی قلب ماہیت کی وجہ سے اس قدر مستحکم ہو چکی ہے کہ اب وہی خودی ان بتوں کو پاش پاش کر سکتی ہے لہٰذا اب تم اللہ کا نام لے کر کعبۂ دل کو اسی طرح بتوں سے پاک کر دو جس طرح آنحضرتؐ نے کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا تھا۔ اگر صحابۂ کرامؓ اتباعِ رسول کی بدولت، اپنی اجتماعی خودی کو مستحکم نہ کر لیتے تو وہ لاکھ آرزوؤں کے باوجود خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک نہیں کر سکتے تھے۔

اگر پاکستان کے مسلمان اس سرزمین کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو انھیں بھی صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی اجتماعی خودی کو اتباع رسول کی بدولت مستحکم کرنا لازمی ہے۔

ساتویں منزل: لشکرے پیدا کن از سلطان عشق

اب تم اس قابل ہو کہ عشق کی برہان کی مدد سے ایک لشکر مجاہدین تیار کرو جس کے ہر مجاہد نے اتباعِ رسول سے اپنی انفرادی خودی کو مستحکم کر لیا ہو۔

آٹھویں منزل: جلوہ گر شو بر سر فاران عشق

اب فارانِ عشق یعنی مقامِ عشق الٰہی پر فائز ہونے کے بعد، باطل کو چیلنج دو اور اللہ کا نام لے کر میدانِ جنگ میں کود پڑو۔ جس طرح صحابہ کرام اللہ کا نام لے کر بدر کے میدان میں کود پڑے تھے۔

اسی دستور العمل ہشت گانہ کا خلاصہ اقبال نے دو مرحلوں میں بیان کر دیا ہے۔ مرحلہِ اوّل: اطاعت الٰہی۔ مرحلہِ دوم: ضبط نفش اور اس کا ثمرہ نیابت الٰہی ہے۔ دراصل یہ استحکام خودی یا ضبط نفس (Self Control) کا پروگرام قرآن سے ماخوذ ہے مگر مسلمانوں نے چونکہ ایک عرصہ دراز سے قرآن کو ضابطہِ حیات کے بجائے ''تبرک'' سمجھ رکھا ہے جیسا کہ اقبال کے اس شعر سے واضح ہے:

بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست          کہ از یٰسین او آساں بمیری

اس لیے انھیں یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ پہلی وحی جس میں احکام نازل ہوئے سورۂ مزمل کی ابتدائی گیارہ آیات پر مشتمل ہے جن میں ضبط نفس، تزکیۂ نفس یا تربیت خودی (استحکام خودی) کا ہشت گانہ پروگرام مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔

غور کیجیے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱- | قم اللیل الا قلیلا | ۵- | فاتخذہ وکیلا |
| ۲- | رتل القرآن ترتیلا | ۶- | وصبر علی ما یقولون |
| ۳- | واذکر اسم ربك | ۷- | واھجرھم ھجراً جمیلا |
| ۴- | وتبتل الیه تبتیلا | ۸- | وذرنی المکذبین ومھلھم قلیلاً |

افسوس کہ ان آیات کی تشریح میرے موضوع سے خارج ہے۔ یہ آیات میں نے محض اس لیے لکھ دی ہیں کہ میرا دعویٰ ثابت ہو سکے۔ اقبال کی ساری تعلیمات قرآن و حدیث یا ارشادات پاکان امت پر مبنی اور انھی سے ماخوذ ہیں۔

اب رہا تزکیۂ نفس یا ضبط نفس کا پروگرام تو یہ اقبال یا اسلام سے مختص نہیں ہے۔ تمام بڑے مذاہب نے ضبط نفس یا استحکام خودی کا ضابطہ انسانوں کو دیا ہے مثلاً بودھ دھرم میں تزکیۂ نفس کے لیے اشٹنگ مارگ یا طریق ہشت گانہ متعین کیا گیا ہے۔

جین دھرم میں اسی مقصد کے لیے طریق دہ گانہ اور ہندو دھرم میں طریق ہشت گانہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ چونکہ ان مذاہب کے دساتیر العمل کی تفصیل میرے موضوع سے خارج ہے اس لیے اس سے قطع نظر کرتا ہوں۔ بس اس قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ استحکام خودی کی تعلیم دنیا کے تمام مذاہب میں موجود ہے کیونکہ ضبط نفس کے بغیر کوئی شخص نہ روحانی ترقی کر سکتا ہے نہ اخلاقی۔ یعنی شخصیت کی تشکیل اسی تزکیۂ نفس پر موقوف ہے۔

اسی لیے سرکارِ دو عالم ﷺ نے مکہ میں پورے بارہ سال تک صحابہ کے نفوس کا تزکیہ فرمایا تھا۔ جسے اقبال نے استحکام خودی سے تعبیر کیا ہے۔ یوں سمجھو جسے قرآن تزکیۂ نفس کہتا ہے اقبال اسی چیز کو استحکام خودی یا تربیت خودی سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہر حال استحکام خودی کا نتیجہ ۲ھ میں جنگِ بدر میں کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضرت اکبرالہ آبادی نے اس حقیقت عظمیٰ کو یوں بیان کیا:

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھکو بدر سے غار حرا پہلے

یعنی اگر آنحضرتؐ سب سے پہلے صحابہ کی خودی کو مستحکم نہ کرتے تو جنگِ بدر میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔

ٹھیک اسی طرح اقبال یہ چاہتے تھے کہ مسلمان پہلے اپنی خودی کو مستحکم کرلیں تاکہ باطل سے پنجہ آزما ہو سکیں اور کامیابی کے بعد جب اللہ انھیں حکومت عطا فرمائے تو وہ صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے نقوش قدم پر چل سکیں۔ اور اس حقیقت کے واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ جو قوم اپنی خودی کو مستحکم نہیں کرتی وہ اگر برسرِ حکومت آجاتی ہے تو ہر قدم پر غلطیاں کرتی ہے اور اس طرح ضلوا واضلوا کا مصداق بن جاتی ہے۔
(شرح رموزِ بیخودی از یوسف سلیم چشتی)